لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

# سیرۃُ الرسول ﷺ

جلد سوم

مفکرِ اسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور

Scanned with OKEN Scanner

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

# سیرۃ الرسول ﷺ

## جلد سوم


مفکرِ اسلام حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

ترتیب و تدوین

مولانا محمد معراج الاسلام



منہاج القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

۳۶۵-ایم ماڈل ٹاؤن-لاہور

فون - ۵۸۶۷۱۲۲ ۵۸۶۸۷۵۷


Scanned with OKEN Scanner

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)


| | |
|---|---|
| نام کتاب | سیرۃ الرسول ﷺ (جلد سوم) |
| مصنف | پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری |
| ترتیب و تحقیق | مولانا محمد معراج الاسلام |
| معاون تدوین | علی اکبر قادری، محمد رمضان قادری، محمد علی قادری |
| کمپوزنگ | حافظ محمد طاہر، محمد سلیم حسن |
| ٹائٹل | ابو اویس محمد اکرم قادری |
| اشاعت بار اوّل | جولائی ۱۹۹۵ء (ایک ہزار) |
| اشاعت بار دوم | جنوری ۱۹۹۶ء (گیارہ سو) |
| اشاعت بار سوم | فروری ۱۹۹۷ء (۲ ہزار) |
| قیمت | Rs 240 روپے |
| نگران طباعت | محمد عامر نواز |


نوٹ: قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی تمام تصانیف اور خطبات و تقاریر کے ریکارڈ شدہ کیسٹوں سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی ان کی طرف سے ہمیشہ کے لئے ادارہ منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

ناظم نشر و اشاعت

Scanned with OKEN Scanner

کے گروہ کے طرفدار بن جاؤ۔ خدا کی قسم! جو بھی ان کی راہ پر چلے گا ہدایت پا جائے گا اور جو بھی ان کی پاکیزہ سیرت اپنائے گا نیک بخت ہو جائے گا' اگر مجھے مزید مہلت ملتی اور کچھ عرصہ کے لئے موت موخر ہو جاتی تو میں ان سے فتنوں کو روکتا اور مصائب دور کرتا۔

(الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ' ۴۹)

بڑی خلوص بھری باتیں تھیں جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلیں حضرت ابو طالب کے نصائح اور حقائق و واقعات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے انہیں اپنی قوم کی عزت و آبرو اور شان و شوکت بے حد عزیز تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ قوم ذلت کی دلدل میں دھنسے اور بے آبرو ہو کر جگ ہنسائی کا باعث بنے۔ اس شان کے حصول کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ عدوان و خودسری کی روش ترک کر کے ایمان واطاعت کی راہ اختیار کرلے جس کا انہوں نے مشورہ دیا۔ مگر بگڑی ہوئی' سرکش اور خود سر قوم ادھر نہ آئی۔ اس نے ان مخلصانہ نصائح سے کچھ اثر نہ لیا اور اپنی ہی ضد پر اڑی رہی الٹا حضرت ابو طالب کو ان آخری لمحات میں پٹڑی سے اتار دیا اور زندگی کے ان نازک لمحات میں بھی خاندانی نخوت و عصبیت کا تصور ان کے ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیا۔ وہ جو اس قوم کی محبت میں غرق تھے وہ بھولپن یا خاندانی لاج ہی میں مارے گئے اور ان کی تعصب سے لبریز باتوں کا صید زبوں بن گئے۔

اس موقعہ پر رحمتہ للعالمین بھی ان کے سرہانے موجود تھے اور تلقین فرما رہے تھے کہ "چچا! ایک بار کلمہ پڑھ لو پھر میں تمہیں بخشوا لوں گا' کارکنان قضاء وقدر سے جھگڑنا پڑا تو یہ بھی کرلوں گا بارگاہ خداوندی میں تیرے ایمان اور کلمہ گوئی کی گواہی دوں گا۔" صحیح بخاری میں "اشھد" کی جگہ "احاج" ہے جس کا معنی ہے "جھگڑوں گا"

ابو جہل اور ابن ابی امیہ بھی بہکانے کے لئے وہیں بیٹھے ہوئے تھے اور شیطان کا کردار ادا کر رہے تھے انہوں نے ابو طالب کو عار دلائی۔

اترغب عن ملة عبد المطلب؟

اے ابو طالب! کیا ان آخری لمحات

میں عبدالمطلب کی ملت چھوڑ دو گے
اور اس سے اعراض کر کے مرو گے؟

جب بھی حضور ﷺ کلمہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے وہ دونوں اپنی بات دہرا دیتے۔

فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضھا علیہ ویعید لہ تلك المقالة حتی قال ابو طالب أخر ماكلمهم هو علی ملة عبد المطلب

پس حضور ﷺ اپنا کلمہ پیش فرماتے رہے اور ابو جہل اپنی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی کہ وہ ملت عبدالمطلب پر جان دے رہے ہیں۔ اور زندگی کی ڈوری ٹوٹ گئی۔

حضور ﷺ کو اس انجام کا بے حد دکھ ہوا جس کا آپ نے یوں اظہار فرمایا

ام واللہ لاستغفرن لك مالم انه عنك — خدا کی قسم! جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔

مطلب یہ کہ اگر نہ روکا گیا تو استغفار کا سلسلہ جاری رکھوں گا یہ ان خدمات کا صلہ تھا جو حضرت ابو طالب نے ساری زندگی انجام دیں اور دل و جان سے آپ کی ذات اور مفادات کا تحفظ کیا اور ہر طرح خیال رکھا۔ ان کے لئے یہ امتیازی رویہ ان حالات میں اختیار کیا جبکہ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا تھا اگر وہ ایک مرتبہ بھی کلمہ پڑھ لیتے تو پتہ نہیں انہیں کیسے کیسے اور کتنے اعزازات نصیب ہوتے؟ اور دنیا ان کا مقام و مرتبہ دیکھتی۔ مگر افسوس کہ جھوٹی قومی غیرت سب کچھ لے ڈوبی اور برے مصاحبوں نے ساری متاع زیست لوٹ لی۔

## ایمان ابو طالب

یہاں ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ ابو طالب نے اپنی قوم کو دل و جان سے محمد عربی کا ساتھ دینے کی شدومد سے تلقین کی اور مستقبل کے خطرات سے بھی آگاہ

کیا اور ان سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ بتایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کا زین اپنا لیں۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ دوسروں کو یہ تلقین و نصیحت کر رہے تھے تو خود اس پر کیوں عمل پیرا نہ ہوئے؟ اور کیوں کلمہ نہ پڑھا؟

جواب بڑا واضح ہے انہیں اپنی قوم کے مقام و مرتبے اور جھوٹے وقار وناموس کا بڑا احساس تھا اس قوم نے خود اپنی برتری اور بڑائی کے جو پیمانے بنائے ہوئے تھے ان میں سے ایک "آباؤ اجداد کے طریقہ پر کاربندی بھی تھی وہ اس سے انحراف کو قومی غیرت کے منافی تصور کرتے تھے۔ اور جو شخص ایسی حرکت کرتا اسے ذلیل اور پست ہمت سمجھتے تھے یہ احساس تفاخر کسی لحہ بھی ان کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوتا تھا یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی ذہن کے ساتھ چمٹا رہتا تھا یہی وہ احساس تھا جس کا اظہار حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کے سامنے کیا۔

يا ابن اخى! لولا ان تكون سبة على وعلى اهلى من بعدى، يرون انى قلتها جزعا عند الموت لقلتها لااقولها الا لأسرك بها

(الاصابة في تميز الصحابة ، ٤ : ١١٦)

اے میرے بھتیجے! اگر یہ بات میرے لئے اور میری قوم کے لئے سبکی اور شرمندگی کا باعث نہ ہوتی تو کم از کم میں تمہاری خوشی کے لئے ضرور کلمہ پڑھ لیتا مگر مجھے خدشہ ہے کہ لوگ طعنہ دیں گے کہ بزدل تھا موت کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا۔

آباؤ اجداد کی غلط رسوم وروایات اور فاسد عقائد و نظریات کے ساتھ چمٹے رہنے کی یہی وہ عادت تھی جس پر قرآن پاک نے گرفت اور تنقید فرمائی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا، اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَايَهْتَدُوْنَ

(المائدة ، ٥ : ١٠٤)

Scanned with OKEN Scanner

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام پاک اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو جن چیزوں پر کاربند پایا ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے (ان سے پوچھو) اگر ان کے آباؤ اجداد بے شعور اور ہدایت سے محروم تھے تو کیا پھر بھی ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔

چونکہ حضور ﷺ نے حضرت ابو طالب کے لئے استغفار کا سلسلہ جاری رکھنے کا عندیہ ظاہر فرمایا تھا اس لئے حکم نازل کیا گیا کہ اس سے باز رہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُوْلِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ

(التوبۃ ، ۹ : ۱۱۳)

نبی اکرم اور مومنین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں چاہے خواہ وہ انکے قریبی رشتہ دار ہی ہوں جبکہ ان پر حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

یہاں موقعہ محل کی مناسبت سے ایک دو شکوک وشبہات کا جواب دے دینا بے جا نہیں ہو گا جو بعض اوقات خلش کا باعث بنتے ہیں اور ذہنوں میں الجھن سی پیدا کرتے ہیں۔

(ا) ایک یہ کہ کچھ اشعار ایسے ہیں جن کے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضرت ابو طالب کے ہیں ان کی معنویت ایمان کی طرف ان کے جھکاؤ کو ظاہر کرتی ہے اور یہ کہ وہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حقانیت اور بے مثلیت سے بے حد متاثر تھے مثلاً

و دعوتنی و علمت انک صادق
و لقد صدقت لکنت قبل امینا
و لقد علمت بان دین محمد
من خیر ادیان البریۃ دینا

(الاصابہ ۴:۱۱۶)

Scanned with OKEN Scanner

تو نے مجھے حق کی طرف دعوت دی اور میں جانتا ہوں تو سچا ہے بے شک تو نے سچ کہا کیونکہ تو پہلے ہی سے امین ہے اور بے شک میں اس حقیقت سے بھی آگاہ ہوں کہ محمد ﷺ کا دین کائنات اور مخلوقات کے تمام دینوں سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔

جواب یہ ہے کہ "عرفان حق" اور "اقرار حق" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں ممکن ہے ایک شخص کو کسی شخصیت کی حقانیت کا عرفان حاصل ہو اور وہ اسے سچ جانتا ہو جیسے یہود و نصاریٰ کو حضور ﷺ کی شخصیت کی سچائی کا عرفان حاصل تھا اور وہ یقین کی حد تک جانتے تھے کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی قرآن پاک نے بتایا ہے۔

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (البقرۃ، ۲ : ۱۴۶)

وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

مگر اس کے باوجود ان کے اس عرفان اور جان پہچان کو ایمان کے مترادف نہیں سمجھا گیا کیونکہ ایمان اس وقت حاصل ہوتا ہے جب عرفان حق کے بعد زبان سے بھی اس کا اقرار کیا جائے۔ قرآن پاک نے ایک کافر قوم کے بارے میں بتایا ہے اسے آیات حق کا عرفان حاصل تھا مگر چونکہ اس نے اقرار نہ کیا اور برابر اس کا انکار کرتی رہی اس لئے یہ عرفان اس کے کام نہ آیا اور اسے ایمان کے مترادف نہ سمجھا گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (النمل : ۲۷ : ۱۴)

انہوں نے خود سری اور ظلم و زیادتی کی وجہ سے آیات حق کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان پر یقین رکھتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو طالب کو عرفان حق حاصل تھا وہ حضور ﷺ کو سچا اور آپ کے لائے ہوئے دین کو بہترین دین سمجھتے تھے۔ اسی لئے تو انہوں نے

اپنے بیٹوں کو کھلے دل سے اجازت دی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا ساتھ دیں اور بقیہ قوم کو بھی یہی راہ دکھائی مگر بات صرف اتنی ہے کہ دوسروں ہی کو راہ دکھاتے رہے۔ حقانیت نبوت محمدی ﷺ کا اقرار کرنے اور ایمان لانے کی تلقین کرتے رہے۔ مگر خود اقرار نہ کیا اور اسے قومی وقار کے منافی اور عار سمجھا حالانکہ دین میں اقرار ہی کا اعتبار ہے

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کی کہ حضرت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے ہیں اور میں نے کان لگا کر سنا ہے وہ کلمہ پڑھ رہے ہیں تو حضور ﷺ نے ضابطہ کے مطابق اقرار کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے فرمایا میں نے تو نہیں سنا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں

فلما تقارب من ابی طالب الموت نظر العباس الیه یحرك شفتیه فاصغی الیه باذنه، فقال! یاابن اخی! واللہ لقد قال اخی کلمة التي امرته بها، فقال: رسول الله صلی الله علیه وسلم لم اسمع

(الزرقانی علی المواهب ، ۱ : ۲۹۱)

جب ابو طالب قریب مرگ ہوئے تو حضرت عباس نے ان کی طرف دیکھا وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے۔ انہوں نے کان لگا کر سنا: اور کہا اے بھتیجے! خدا کی قسم! میرے بھائی نے وہی کلمہ کہہ دیا ہے جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے تو نہیں سنا۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے حضور نبی اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کا پاس لحاظ رکھنے اور نصرت و حمایت کا دم بھرنے والوں کو کامیاب اور فلاح پانے والے قرار دیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(الاعراف ، ۷ : ۱۵۷)

پس وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے اور احترام ملحوظ رکھا اور آپ کی مدد کی اور جو نور آپ کے ساتھ اُتارا گیا ہے اس کی پیروی کی تو بے شک وہی لوگ

Scanned with OKEN Scanner

فلاح پانے والے اور کامیاب ہیں۔

حضرت ابو طالب کی ساری زندگی کا ریکارڈ گواہ ہے کہ اس شخص نے نازک ترین حالات میں بھی حضور ﷺ کا ساتھ دیا۔ ہر موقعہ پر بھرپور معاونت کی۔ اور آپ کی ذات پر کبھی آنچ نہ آنے دی۔ جواب یہ ہے کہ صرف مدد و نصرت اور عزت وحمایت پر کامیابی کی نوید جانفزا نہیں ہے بلکہ اسے ایمان و اتباع کے ساتھ مقید کیا گیا ہے یعنی کامیابی اور فلاح کا مژدہ راحت جاں اس شخص کے لئے ہے جو پہلے آپ پر ایمان لاتا ہے' امداد و اعانت کرتا ہے' تعظیم و تکریم بجا لاتا ہے اور تعلیماتِ قرآن کی پیروی کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت ابو طالب میں تمام شرائط نہیں پائی جاتیں۔ بھتیجا سمجھ کر مدد و نصرت تو کرتے رہے مگر نبی کی حیثیت سے بڑا جان کر ایمان نہیں لائے اگر یہ انفرادیت اور اعلیٰ شان بھی تسلیم کر لیتے تو بات بن جاتی۔ حضرت ابو طالب کے ایمان قبول نہ کرنے کا حضور ﷺ کو بہت صدمہ اور رنج تھا جس کا اظہار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

انه اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ان ابا طالب مات فقال اذهب فواره قال انه مات مشركا قال اذهب فواره فلما واريته رجعت اليه فقال لى اغتسل

(سنن النسائی ، ۱ : ۲۲۹ ، باب مواراة المشرك)

میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب ابو طالب وفات پا گئے آپ نے ارشاد فرمایا جائیے انہیں دفن کر دیجئے میں نے عرض کیا وہ تو مشرک فوت ہوئے ہیں (کیا ان کا دفن کرنا لازمی ہے؟) آپ نے فرمایا جائیے دفن کر دیجئے جب میں انہیں دفن کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا غسل کیجئے۔

پھر ایک موقعہ ایسا آیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ!

Scanned with OKEN Scanner

ان ابا طالب كان يحوطك وينصرك ويغضب لك، فهل نفعه ذالك؟ قال! نعم، وجدته في غمرات من النار فاخرجته الى ضحضاح (صحيح المسلم ، كتاب الايمان - حديث : ۳۵۸)

ابو طالب آپ کی اعانت و حفاظت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں پر غضبناک ہوتے تھے کیا اس کاروائی نے انہیں نفع پہنچایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں نے انہیں آگ کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا پایا اور انہیں کھینچ کر باہر لے آیا اب وہ آگ ان کے ٹخنوں تک آتی ہے۔

## سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال

حضرت ابو طالب کی وفات کو زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور یہ زخم ابھی ہرا ہی تھا کہ حضور ﷺ کی غمگسار رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبری صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا بستر مرگ پر دراز ہو گئیں۔ حضور ﷺ نے ساری توجہات ان کی طرف مبذول فرما دیں۔ زندگی کے اس عظیم، طویل اور آخری سفر کے خوشگوار ہونے کی نوید سنائی ہر طرح سے تسلی دی جنت سے انگور منگوا کر کھلائے اور خصوصی رحمت اور خیر و برکت کی دعاؤں کا سایہ عطا فرمایا۔ وصال مبارک اور تجہیز و تکفین کے بعد جب لحد میں اتارنے کا وقت آیا تو سب سے پہلے اس میں خود اُترے اور اس کے بعد زندگی کی اس وفاشعار ساتھی کو آغوش لحد میں اُتارا۔ انوار و برکات کا توشہ ساتھ دیا اس وقت حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک پینسٹھ سال تھی۔ ان پے در پے صدمات کی وجہ سے حضور ﷺ نے اس سال کو "عام الحزن" قرار دیا یعنی حزن وملال کا سال۔

(الزرقانی علی المواہب، ۱:۲۹۶)